جدید کمپیوٹر ایڈیشن

جمال القرآن

مکمل

مصنّفہ

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

مع اضافۂ حواشی جدیدہ

از

قاری سید محمد یامین صاحبؒ

قدیمی کتب خانہ آرام باغ - کراچی

جدید کمپیوٹر ایڈیشن

جمال القرآن

مکمل

مصنفہ

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

مع اضافۂ حواشی جدیدہ

از

قاری سید محمد یامین صاحبؒ

ناشر

قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

کتاب ہذا کی کتابت کے جملہ حقوق بحق
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی محفوظ ہیں

الناشر

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی

فون: 021-2627608
021-2623782

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
①	ابتدائیہ......حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۴
②	تمہید......حضرت قاری محمد یامینؒ	۵
③	پہلا لمعہ......تجوید کی تعریف	۶
④	دوسرا لمعہ......تجوید کی ضرورت	۶
⑤	تیسرا لمعہ......آداب تلاوت	۷
⑥	چوتھا لمعہ......مخارج حروف (مع نقشہ مخارج)	۷
⑦	پانچواں لمعہ......صفاتِ حروف	۱۳
⑧	چھٹا لمعہ......صفاتِ محسنہ محلیہ کے بیان میں	۲۰
⑨	ساتواں لمعہ......لام کے قاعدوں میں	۲۱
⑩	آٹھواں لمعہ......راء کے قاعدوں میں	۲۱
⑪	نواں لمعہ......میم ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں	۲۵
⑫	دسواں لمعہ......نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں	۲۶
⑬	گیارہواں لمعہ......الف، واؤ اور یاء کے قاعدوں میں	۲۹
⑭	بارہواں لمعہ......ہمزہ کے قاعدوں میں	۳۳
⑮	تیرہواں لمعہ......وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں	۳۴
⑯	چودہواں لمعہ......فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں	۳۷
⑰	خاتمہ	۴۰

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسمّٰی بہ جمال القرآن اور اس کے مضامین کوملقب بہ لمعات کیا جائے گا۔ محبی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوصاً رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اوّل درجہ قراءت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے۔ اور کہیں کہیں قراءت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لیا گیا ہے۔ وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ پس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ہدیۃ الوحید کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو، ورنہ احقر کا مضمون ہے۔ وباللّٰہ التوفیق وھو خیر عون وخیر رفیق.

کتبہ

اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

مشورۂ مفید

اوّل اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں۔ اور ہر شے کی تعریف اور مخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرا دیں۔ اس کے بعد رسالۂ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن یاد کرا دیا جائے۔ فقط

کتبہ

اشرف علی عفی عنہ

تمہید جمال القرآن

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ اگرچہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلالی ساڈھورہ ومطبع احمدی لکھنؤ ومطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے، مگر بوجہ عدم تکمیل بعض مضامین وعدم اہتمام تصحیح اس کے لیے حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح وتکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لیے حواشی لکھے تھے۔ لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی، اس لیے حسب ایماء وارشاد حضرت مؤلف علّام مدفیوضہم اس نا اہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے ان کو رسالہ کا جزو بنادیا۔ اور جو مضامین بطور دلائل وتوضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کردیا۔ حضرت ممدوح نے تصدیق وتحسین فرماکر طبع واشاعت کی اجازت عطا فرمادی اور تکمیل مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب جمال القرآن مکمل تجویز فرمادیا۔ اگر ناظرین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نااہل کی کم فہمی پر محمول فرماکر متنبہ فرمادیں۔ بعد تحقیق اس سے رجوع کرکے انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کردی جائے گی۔ اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیر وتبدل واضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطابع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ وَالسَّلام

ہر کہ خواند دعاء طمع دارم زاں کہ من بندۂ گنہ گارم

کتبہ

احقر محمد یامین عفی عنہ

پہلا لمعہ

تجوید کی تعریف

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا۔ اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے اور مخارج اور صفات آگے آئیں گے چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

دوسرا لمعہ

تجوید کی ضرورت

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا، ث کی جگہ س پڑھ دیا یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی یا ص کی جگہ س پڑھ دیا یا ض کی جگہ د یا ظ پڑھ دی یا ظ کی جگہ ز پڑھ دی یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰهِیْ یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ يُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح پڑھا لَمْ يُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِيَّاكَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِهْدِنَا میں د سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَهْدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے، اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلصِّرَاط کی راء جیسا آٹھویں لمعہ میں آئے گا مگر اس نے باریک پڑھ دیا اس کو لحنِ خفی کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی

غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا لمعہ

آدابِ تلاوت

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[1] پڑھنا ضروری ہے[2] اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بسم اللّٰہ ضروری ہے، اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بسم اللّٰہ ضروری ہے۔ مگر اس دوسری صورت میں سورۂ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے۔ اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۂ براءۃ پر بسم اللّٰہ نہ پڑھے۔[2] اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللّٰہ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں لیکن اعوذ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا لمعہ

مخارجِ حروف

جن موقعوں سے حروف[3] ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

(مخرج ۱): جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ واوٗ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ ی جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الف جبکہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے

---

[1] جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے، کمافی بعض شروح الشاطبیۃ ۱۲ زینۃ الفرقان

[2] چنانچہ کتاب النشر اوّل ص۲٦٤ میں ہے لاخلاف فی حذف البسملۃ بین الانفال وبراءۃ عن کل من بسمل بین السورتین و کذلک فی الابتداء ببراءۃ علی الصحیح عند اھل الاداء ۱۲ ابن ضیاء محب الدین احمد

[3] جمع حرف ویرید حرف الھجاء لاحروف المعنی و ھو صوت معتمد علی مقطع محقق او مقدر ویختص بالانسان وضعاً کمافی شرح الجزریۃ ۱۲ زینۃ الفرقان

صِرَاطَ اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زبر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے۔ اگر چہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں[1] جیسے اَلْحَمْدُ کے شروع میں جو الف ہے یا بَأْسٌ کے بیچ میں جو الف ہے، یہ واقع میں ہمزہ ہے۔ اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جائے گا، یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یا کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو حروفِ مدّہ اور حروفِ ہوائیہ بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمعہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا۔ اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا[2] پر تمام ہوتے ہیں اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اُس کو واؤ لین کہتے ہیں، جیسے مِنْ خَوْفٍ اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یاء لین کہتے ہیں جیسے وَالصَّيْفِ پس واؤ لین اور واؤ متحرک کا مخرج آگے سولھویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔

(مخرج ۲): اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا۔ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ہمزہ اور ہ۔

(مخرج ۳): وسط حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ۔ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح (بے نقطہ والے)۔

(مخرج ۴): ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے۔ اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: غ اور خ (نقطہ والے)۔ اور ان چھ حرفوں کو حروفِ حلقی کہتے ہیں۔

(مخرج ۵): لہات[3] یعنی کوے کے متصل زبان کی جڑ جبکہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھائے۔ اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔

(مخرج ٦): قاف کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر۔ اس سے کاف ادا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں حرفوں کو لہاتیہ کہتے ہیں۔

---

[1] متقدمین کی اصطلاح میں ہمزہ کو الف بھی کہتے ہیں کمافی فتح الباری لہٰذا ہمزہ کو الف کہنا غلط نہیں گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔۱۲

[2] ہوا سے ہونٹوں سے حلق تک کا خلا و جوف مراد ہے ۱۲ زینۃ الفرقان

[3] بفتح اللام وہائے ہوز وآخر فوقانی گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد و در انتہائے کام آویختہ است کمافی حاشیہ منتخب النفائس ۱۲۔

(مخرج ۷): وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔ اور اس سے یہ حرف ادا ہوتے ہیں ج۔ش ی[1] جبکہ مدہ نہ ہو۔ یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور ان کو حروف شجریہ[2] کہتے ہیں۔

(فائدہ): آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے۔ اس واسطے پہلے ان کے معنی بتلائے دیتا ہوں ان کو خوب یاد کرلیں۔ تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس (۳۲) میں سے سامنے کے چار (۴) دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں۔ دو (۲) اوپر والوں کو ثنایا علیا اور دو (۲) نیچے والوں کو ثنایا سفلی اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں اُن کو رباعیات[3] اور قواطع بھی کہتے ہیں۔ پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں، اُن کو انیاب[4] اور کواسر کہتے ہیں۔ پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضواحک کہتے ہیں۔ پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں۔ یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف۔ ان کو طواحن کہتے ہیں۔ پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے، جن کو نواجذ[5] کہتے ہیں۔ اور ان سب ضواحک اور طواحن، اور نواجذ کو اضراس کہتے ہیں جن کو اردو میں ڈاڑھ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کردیا ہے وہ نظم یہ ہے:

ہے تعداد دانتوں کی کل تیں اور دو — ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس — کہ کہتے ہیں قرّاء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ — نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

---

[1] ان کا مجموعہ جیش ہے ۱۲ زینۃ الفرقان

[2] لخروجها من شجر الفم بسكون الجيم وهو منفتح مابين اللحيين ۱۲ حقيقة التجويد

[3] یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے اور اسی طرح نیچے کی جانب دو دانت ہیں۔ زینت الفرقان

[4] انیاب وضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ ۳ میں گزری ہے ۱۲ زینت الفرقان

[5] پس کل نواجذ چار ہوئے ۱۲ زینت الفرقان

نقشہ مخارج حروف

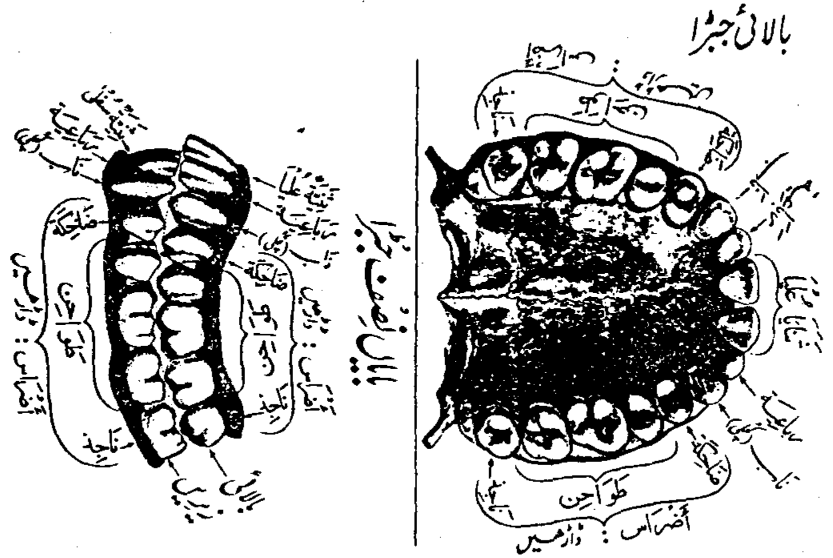

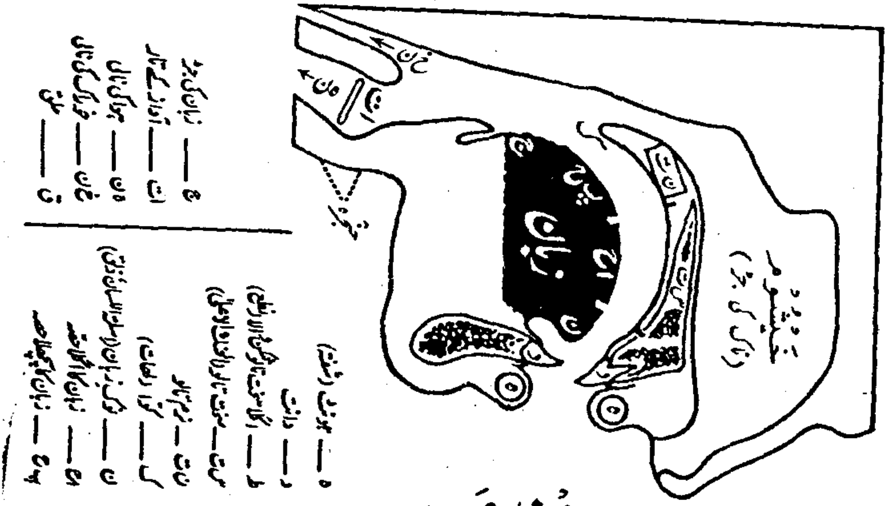

اعضاءِ صوت

(مخرج ۸): ض کا ہے۔ اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگادیں۔ اور بائیں طرف سے آسان ہے۔ اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔ مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں۔ اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں۔ اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی ظاء پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید وقراءت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔[1]

[1] علم تجوید وقراءت کی کتابوں میں بتصریح مذکور ہے، کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاد معجمہ حروف رخوہ میں سے ہے جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے، اور دال مہملہ حروف شدیدہ میں داخل ہے جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے، پس اگر ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھا جائے گا تو ضاد رخوہ نہ رہے گا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند ہو جائے گا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنی چاہیے، نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے۔ صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا اور دال سے تمام صفات میں متمائز ہے، بجز ایک صفتِ جہر کے پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دو حرفوں میں وجوہ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابہ فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابہ ہوں گے، اور نقلاً یہ کہ تجوید وقراءت وفقہ وتفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوف تطویل مانع ہے۔ اور جو لوگ ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھتے ہیں ان کے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی جس سے صراحۃً یا کنایۃً ثابت ہو سکے کہ حرف ضاد کا تلفظ عین دال یا اس کے مشابہ ہے، اور باقی جو کچھ بیان کیا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے منع کرنا یا عموم بلوٰی اور اسی طرح کے دوسرے تمام شبہات کا جواب مع دلائل اثبات تشابہ بین الضاد والظاء رسالہ الاقتصاد فی الضاد مصنفہ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہ، تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میں مفصل مذکور ہے، جس کو مطلوب ہو ←

(مخرج ۹): لآم کا ہے۔ کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصۂ حافہ، جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھائے، خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور داہنی طرف سے آسان ہے۔ اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

(مخرج ۱۰): نون کا ہے۔ اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے۔ مگر لآم کے مخرج سے کم ہو کر یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

(مخرج ۱۱): راء کا ہے اور وہ نون کے مخرج کے قریب ہے۔ مگر اس میں پشتِ زبان کو بھی دخل ہے، ان تینوں حرفوں کو یعنی لآم اور نون اور راء کو طرفیہ اور ذلقیہ[۱] بھی کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۲): طاء اور دال اور تاء کا ہے۔ یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ اور ان تینوں حرفوں کو نطعیہ[۲] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۳): ظاء اور ذال اور ثاء کا ہے۔ اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ[۳] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۴): صاد اور زاء اور سین کا ہے۔ اور یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ اور ان کو حروف صفیر[۴] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۵): فاء کا ہے۔ اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

(مخرج ۱۶): دونوں ہونٹ ہیں۔ اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ باء اور میم اور

← اس میں دیکھ لے یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۱۲ محمد یامین عفی عنہ۔

۱؎ لِخُرُوْجِهَا مِنْ ذَلَقِ اللِّسَانِ (بفتحتین طرفِ زبان ۱۲) أی طرفه (حقیقة التجوید) ۱۲ منه

۲؎ لِخُرُوْجِهَا مِنْ نِطْعِ الغَارِ مِنَ الْحَنَكِ الْأَعْلٰى أَيْ سَقْفِه ۱۲ حقیقة التجوید و درة الفرید ۱۲ منه (نطع بالکسر و فتح الطاء کام شکنهائے کام وغاردرونِ دهن کذا فی المنتخب و قوله من الحنك الاعلٰی بیان لقوله من نطع الغار ۱۲ زینة.

۳؎ بالکسر و فتح ثانی وواؤ مکسوره یائے مشدده مفتوحه. (زینة الفرقان)

۴؎ صفیر مرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے اس لیے ان کو حروف صفیر کہتے ہیں کمافی نوادرالوصول ۱۲ زینة

واؤ جبکہ مدہ نہ ہوں۔ یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں، مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو برّی کہتے ہیں۔ اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ فاء کو اور ان تینوں حرفوں کو شفویہ[1] کہتے ہیں۔

(مخرج ۱۷): خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے۔ اس سے غنہ نکلتا ہے۔ غنہ کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف[2] کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

پانچواں لمعہ

صفاتِ حروف

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں، ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں، اور وہ دو طرح کی ہیں، ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ ایسی صفت کو ذاتیہ اور لازمہ اور ممیّزہ[3] اور مقوّمہ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے۔ اور ایسی صفت کو محسّنہ مزیّنہ محلّیہ[4] عارضیہ کہتے ہیں۔

---

[1] بفتحتین و کسر سوم ویائے مشددہ مفتوحہ وقال فی الصراح والحروف الشفهية الباء والفاء والميم ولاتقل شفويه وفی الرضی شرح الشافيه شفوية و شفهية و ذكر فی القاموس الشفهية فقط وهو الصحيح عندی فان لام الشفة هاء كما فی الصراح والقاموس ۱۲ زينة

[2] اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جائے سوا اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا کمافی شرح الجزرية ۱۲ زينة

[3] یعنی وہ صفت لازمہ جو مشتبہ الصوت یا متحد فی المخرج حرفوں میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفات لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ اور غیر ممیّزہ کہتے ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء

[4] وجه التسمية به ان هذه الصفات فی الجروف تكون لخصوص المحل دون محل ←

پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں۔

(۱) همس:[1] جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے، ان کو مہموسہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے۔ اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو اور ایسے حروف دس ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهُ[2] شَخْصٌ سَكَتَ۔

(۲) جهر: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے، ان کو مجہورہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے۔ اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں۔ اور جہر وہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) شدت: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے، اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو۔ ایسے حرف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ اَجِدُكَ[3] قَطَبْتَ[4]

(۴) رخوت:[5] جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ[6] کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں۔ اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے۔ اور ہمس اور جہر کی

← اُخر ۱۲ منه

[1] بالفتح نرم کردن آواز و آواز نرم ۱۲ زینة

[2] ترجمه اش این ست پس ترغیب داد اورا شخصیکه ساکت شد ۱۲ منه

[3] ترجمه اش این ست می یا بم تراکه ترش روئ کر دی ۱۲ منه

[4] من ضرب ۱۲ زینة

[5] بالکسر سست شدن کمافی ص ۱۲ زینة

[6] سهله مستر سله کمافی ص ۱۲ زینة

طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

توسط: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو۔[۱] ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرُ۔ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا، کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے، سو شدت[۲] کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے، لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے۔ مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف و تاء شدیدہ نہ رہیں گے، بلکہ رخوہ ہو جائیں گے اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جائے گا۔[۳]

---

[۱] حقيقة التجويد

[۲] في جهد المقل و اما الشديد المهموس حرفان الكاف والتاء فيشد صوتهما بالكلية بل نفسها ايضاً لان حقيقة الصوت هي النفس ثم ينفتح مخرجهما ويجرى فيهما نفس كثير مع صوت ضعيف ليحصل الهمس و فيه الشدة في آن والهمس في زمان آخرو زاد في "حقيقة التجويد" فالهمس في زمان بعد آن آه وفيهما وهذا باب يتحير فيه الالباب آه ۱۲ منه

[۳] بعض لوگ کاف و تاء میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدر مبالغہ و غلو کرتے ہیں کہ صفت شدت زائل ہو کر ہاء ہوز کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کاف و تاء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ اَبْتَرُ کو اَبْتَهْر اور ثَقُلَتْ کو ثَتْهُلَتْهُ اور كَانَا کو كَهَانَا اور ذِكْرَكَ کو ذِكْهُرَكَهُ پڑھتے ہیں۔ اور یہ سراسر غلط اور بے اصل اور تمام کتب تجوید و قراءت اور اداء محققین قراء کے خلاف ہے، بلکہ "کتاب النشر" علامہ جزری اور "المنح الفكرية" ملا علی قاری اور "تحفہ نذریہ" حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی سے اس کی تردید و تغلیط ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس کی مفصل تحقیق مع جواب شبہات و توجیہ و مطلب عبارت جهد المقل رسالہ ضیاء الشمس فی اداء الهمس مؤلفہ احقر میں مع تصدیق حضرت مولانا تھانوی مدفیوضہم و دیگر ←

(۵) استعلاء: جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُصَّ[1] ضَغْطٍ[2] قِظْ[3]۔

(۶) استفال:[4] جن حرفوں میں یہ صفات پائی جائیں ان کو مستفلہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۷) اطباق: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ[5] کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے۔ یعنی لپٹ جاتا ہے۔ اور ایسے حروف چار ہیں۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔

(۸) انفتاح: جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔ خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق وانفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

← اساتذۂ فن مذکور ہے فانظر فیہا إن شئت ۱۲ محمد یامین عفی عنہ

[1] ترجمہ اش این ست کہ در کاژۂ تنگ وقت حرارت مقیم باش ۱۲ منہ وخص بالضم وتشدید صاد خانہ نے کمافی م ۱۲ زینۃ الفرقان

[2] بالفتح تنگ کردن کمافی م۔ فہو مصدر بمعنی اسم مفعول ۱۲ زینۃ الفرقان

[3] بالکسر قظ امر من القیظ بگرما مقیم بودن بجائے من ضرب کمافی صراح ۱۲ زینۃ الفرقان

[4] نقیض اعتلاء کمافی تاج المصادر واعتلاء بلند شدن وجاہ متعد یاً ایضاً کما فی ص وفی شرح الجزریۃ الانخفاض ۱۲ زینۃ

[5] بکسر باء و فتح آں کما فی نوادرالوصول و ذکر فی الصراح الثانی فقط و ملصق بفتح صادو بکسر آں لازم و متعدی آمدہ کمافی اللغۃ ۱۲ زینۃ

(۹) ازلاق:[1] جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ[2] کہتے ہیں۔ مطلب[3] اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں۔ اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَرَّ مِنْ لُبِّ[4] یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں۔ شفویہ کا مطلب مخرج ۱۶ میں گزرا ہے، اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں (درۃ الفرید للشیخ الدہلویؒ)۔

(۱۰) اصمات:[5] اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ[6] کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ[7] ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں ازلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دس صفات کو صفاتِ متضادہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے۔ جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ صفاتِ متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل والی صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی۔ اور صفاتِ غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفاتِ غیر متضادہ یہ ہیں۔

---

[1] والذلق فی اللغة الطرف ۱۲ منہ

[2] مذلقہ اسم المفعول ۱۲ زینة

[3] ذلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لیے اس کو مذلقہ کہا جاتا ہے کمافی الصراح وغیرہ ۱۲ زینة

[4] ترجمہ این ست گریخت از عقل ۱۲ منہ

[5] فی حقیقة التجوید الاصمات لغة المنع مطلقا واصطلاحاً امتناع الکلمة الرباعیة والخماسیة من غیر حرف من المذلقة فالعسجد عجمی اسم للذهب و لیس بعربی ۱۲ منہ

[6] بفتح میم ثانی کذا فی نوادر الوصول ۱۲ زینة

[7] مصمتہ لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی۔ اور یہ حروف بہ نسبت مذلقہ کے ثقیل ہیں۔ کمافی نوادر الوصول اور باعتبار مضادت مذلقہ یہ قول مناسب ہے ۱۲ زینة

(۱۱) صفیر: اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو صفیر یہ کہتے ہیں۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں۔ ص۔ ز۔ س۔

(۱۲) قلقلہ:[1] اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے، اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ[2] جَدٍ[3] ہے۔

(۱۳) لین:[4] جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف لین کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور ایسے حروف دو ہیں واؤ ساکن، اور یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے خَوْفٌ صَیْفٌ۔

(۱۴) انحراف: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو منحرفہ کہتے ہیں۔ اور وہ دو حرف ہیں۔ لام اور راء۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور راء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان پایا جائے۔ (درۃ الفرید)

(۱۵) تکریر: یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے، اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں اس میں تکرار ظاہر کیا جائے۔ بلکہ اس سے بچنا چاہیے اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو

---

[1] در لغت عبارت ست از جنبش و حرکت کذا فی نوادر الوصول ۱۲ زینۃ

[2] مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے ؎

باء و جیم و طاء و دال و قاف کو ❁ جب ہوں ساکن قلقلہ کر کے پڑھو ۱۲ منہ

[3] یعنی مدا. بزرگی ۱۲ منہ

[4] بالکسر نرمی ضد خشونت ۱۲ زینۃ

نہیں ہیں۔ (درۃ الفرید ملخصًا)۔

(۱۶) تفشی:[1] یہ صفت صرف شین کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (درۃ الفرید)

(۱۷) استطالت:[2] یہ صفت صرف ضاد کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافۂ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے۔ یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے کہ پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔ (جہد المقل)

(فائدہ ۱): اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفات جو اخیر کی ہیں جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں، ان میں ان کی ضد ضرور ہوگی۔ مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہوگی تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہوگئیں۔ پھر صفاتِ متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا؟

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے مگر صفاتِ متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی نام صادق آتا تھا۔ اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں، اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

(فائدہ ۲): محض مخارج و صفاتِ حروف کو دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے۔ اس میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے۔ البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو تو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

(فائدہ ۳): اس لمعہ کے شروع میں صفتِ لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے۔ ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جائے، دوسرے یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آجائے۔ تیسرے یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے بلکہ کوئی حرفِ مخترع ہو جائے۔ اور یہی حال ہے صحیح مخارج

---

[1] هو لغة الانتشار كذا في شرح الجزريه ۱۲ منه

[2] در ارشدن کمافی م ۱۲ منه

سے نہ نکالنے کا کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے، کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، کبھی بالکل ہی حرفِ مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے جس کی مثالیں دوسرے لمعہ میں مذکور ہیں، ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

(فائدہ ۴) حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، فن تجوید کا اصلی مقصد ان ہی غلطیوں سے بچنا ہے۔ اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے۔ اب آگے جو صفات محسنہ کے متعلق قاعدے آئیں گے وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے، اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اور مخارج وصفات لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

(فائدہ ۵): جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے، اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نماز کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قراءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ

صفات محسنہ محلیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حروف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں: (۱) ل (۲) ر (۳) م ساکن ومشدد (۴) ن ساکن ومشدد اور نون ساکن میں تنوین بھی

داخل ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے بٓ پر اگر دو زبر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے بَنْ پڑھو۔ (۵) ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ (۶) و ساکن جبکہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو، (۷) ی ساکن جبکہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ (دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱))۔ (۸) ء اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اوّل میں بیان کی گئی ہے۔ پھر دیکھ لو۔ اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاد کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً الف اور واؤ اور یاء اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا، صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا۔ اور غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمعہ

لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پُر کر کے پڑھیں گے جیسے اَرَادَ اللّٰهُ۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ اور اس پُر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں۔ اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جائیں گے جیسے مَاوٰلّٰهُمْ اور کُلَّهٗ۔

(تنبیہ): اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللّٰهُ میں ہے کیونکہ اس کے اوّل میں بھی لفظ اَللّٰهُ ہے۔

آٹھواں لمعہ

راء کے قاعدوں میں

(قاعدہ ۱): اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے، جیسے

رَبَّكَ رُبَمَا۔ اگر راء پر زیر ہو تو اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے، جیسے رِحَالٌ۔
(تنبیہ): راء مشدد بھی ایک راء ہے، پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے۔ جیسے سِرًّا کی راء کو پُر پڑھیں گے۔ اور دُرِّیٌّ کی راء کو باریک، اور اس کو اگلے قاعدہ (۲) میں داخل نہ کہیں گے، جیسے بعضے ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں، پہلی ساکن اور دوسری متحرک، یہ غلطی ہے۔
(قاعدہ۲): اور اگر راء[۱] ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو پُر پڑھیں گے، جیسے بَرْقٌ، يُرْزَقُوْنَ۔ اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے جیسے اَنْذِرْهُمْ لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا۔ دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے۔ مگر چونکہ یہ زیر عارضی[۲] ہے اس لیے اس راء کو پر پڑھیں[۳] گے لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے، جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط[۴] یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں، اگر دو کلمے میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَمِ[۵] ارْتَابُوْا (درۃ الفرید)

---

[۱] خواہ راء کا سکون اصلی ہو یا عارضی جیسے دُسُرٌ پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور راء پر پڑھی جائے گی کیونکہ اس کے ماقبل ضمہ ہے ۱۲ قاری سید محمد یامین

[۲] لدفع تعذر الابتداء بالسکون ۱۲ منه

[۳] لان الاصل فی الراء التفخیم کما ان الاصل فی اللام الترقیق [والدلیل علیه تادیه اهل اللسان لهذه الحروف کذلک قاله المؤلف العلام] ۱۲ زینت

[۴] و بعضهم عبرعن هذا الشرط بان تکون الکسرة متصلة بالراء وبعضهم کجهد المقل بان تکون الکسرة متصلة بالراء فی کلمة واحدة و بعضهم اکتفی بکون الکسرة غیر عارضة والکل عبارات عن المعنون ۱۲ منه

[۵] و کسرة المیم عارض ایضاً لاجتماع الساکنین فتفخم هذه الراء لفقد الشرطین هذا والاول ۱۲

اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے، اور ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کی صفت (۵) میں آچکا ہے، جیسے قِرْطَاسٍ۔ اِرْصَادًا ۔ فِرْقَةٍ ۔ لَبِالْمِرْصَادِ ۔ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں، اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے۔

(تنبیہ ۱): تیسری شرط کے موافق لفظ کُلُّ فِرْقٍ کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے[۱] اس لیے بعضے قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے، اور دونوں امر جائز ہیں۔

(تنبیہ ۲): تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروفِ مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے، جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ ۔ فَاصْبِرْ صَبْرًا اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(قاعدہ ۳): اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو (اور ایسا حالتِ[۲] وقف میں ہوتا ہے، جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے) تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ ط بِكُمُ الْعُسْرَ ط کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے۔ اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے۔ اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذِي الذِّكْرِ ط کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور ذال پر زیر ہے۔ اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

---

[۱] اور اس وجہ سے راء دو کسروں کے درمیان ہو کر ضعیف ہوگی۔ پس ترقیق جار رکھی گئی کمافی شرح الجزریہ ۱۲ منہ

[۲] جبکہ وقف بالاسکان یا بالاشمام ہو ۱۲ قاری سید محمد یامین عفی عنہ

(تنبیہ ۱): لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن یٓ ہو تو پھر یٓ سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو۔ بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو خواہ یٓ سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو، جیسے خَیْرٌ ط قَدِیْرٌ ط کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(تنبیہ ۲): اس قاعدہ (۲) کے موافق لفظ مِصْرَ اور عَیْنَ الْقِطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے مگر قاریوں[۱] نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے پس مصْرَ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور الْقِطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

(تنبیہ ۳): اس قاعدہ (۳) کی بنا پر سورۂ والفجر میں اِذَا یَسْرِ ط پر جب وقف ہو تو اس کی راء مفخم ہو۔ چاہیے۔ لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک[۲] پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔[۳]

(قاعدہ ۴): راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا[۴] اس راء کو ایسا پڑھیں گے، جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں۔ امالہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے[۵] مجہول کہتے ہیں۔ پس مَجْرٖىهَا کی راء کو باریک پڑھیں[۶] گے۔

---

[۱] بطریق جزریؒ ۱۲ ابن ضیاءؔ عفی عنہ۔

[۲] لان اصلہ یسری فرققوا الراء لیدل علی الیاء المحذوفۃ ۱۲ منہ

[۳] کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری وشاطبی اور شارح مقدمۃ الجزریہ و الشاطبیہ و جھد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے۔ بلکہ غیث النفع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال ومن وقف بغیر یاء فخم الراء الخ اور یہی قاعدہ علامہ شاطبی وغیرہ کے موافق ہے ۱۲ محمد یامین عفی عنہ

[۴] ھو فی الاصل مجراھا بالالف فامیلت ۱۲ منہ

[۵] دراصل یائے مجہول ہوتی نہیں اس لیے کہ یائے مجہول ہونے کے لیے کلمے میں یاء مدہ ہونا شرط ہے۔ اور کلمہ مجریھا میں الف ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ۔

[۶] ولا ینظر الی انہ فی الاصل الف والراء مفتوحہ وحکم ھذہ الراء التفخیم ۱۲ منہ

(قاعدہ ۵): جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ (۲) و (۳) کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے۔ جیسا اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔ لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اس کو رَوم کہتے ہیں۔ اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ (۱۳) میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے، بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں۔ اور مُنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۔[1]

نواں لمعہ

میم ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

(قاعدہ ۱): میم اگر مشدد ہو اس میں غنہ ضروری ہے، اور غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرفِ غنہ کہتے ہیں۔

(فائدہ): غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔ اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے، یا بند انگلی کو کھول لے، اور یہ محض ایک اندازہ ہے۔ باقی اصل دارومدار استادِ مشاق سے سننے پر ہے۔

(قاعدہ ۲): میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جائیں گی، اور مثل ایک میم مشدد

---

[1] کیونکہ راء موقوفہ میں جب روم کیا جائے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سنے گا۔ لہٰذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جائے گی ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

کے اس میں غنہ ہوگا (حقیقۃ التجوید)۔ جیسے اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ ط اور اس کو ادغامِ صغیر مثلین کہتے ہیں، اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفاء ہوگا۔ اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے، اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جائے (جہد المقل) جیسے مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ، اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا۔ یعنی اپنے مخرج سے بلا غنہ ظاہر کی جائے گی، جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

(تنبیہ): بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں باء اور واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں۔ اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے۔ یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں۔ اور بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں۔ اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں، جیسے عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ یَمُدُّھُمْ فِیْ۔ یہ سب خلافِ قاعدہ ہے، پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے، اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درۃ الفرید)

دسواں لمعہ

نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے۔ وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جائے گا۔

(قاعدہ ۱): نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے، اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرفِ غنہ کہیں گے۔ نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۲): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے۔ اور غنہ بھی نہ کریں

گے جیسے اَنْعَمْتَ، سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ، اور اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں۔ حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں ؎

حرف حلقی چھ سمجھ اے نورِ عین ❁ ہمزہ ہاء و حاء و خاء و عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج (۱)، (۲)، (۳) کو پھر دیکھ لو۔ اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۳): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے، جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ[1] ہے، تو وہاں ادغام ہوگا۔ یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ، دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے، اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے۔ اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے، ان چاروں کا مجموعہ ہے یَنْمُوْ[2] ہے جیسے مَنْ يُّؤْمِنُ - بَرْقٌ يَّجْعَلُوْنَ وغیرذٰلک اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں۔ اور دو جو رہ گئے یعنی ر۔ل۔ ان میں غنہ نہیں ہوتا جیسے مِنْ لَّدُنْهُ مثال اوپر گزری ہے۔ اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں۔ اور اس کو ادغام بلا غنہ کہتے ہیں۔ اور نویں لمعہ کے قاعدہ (۱)، (۲) میں غنہ و ادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حروف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے۔ جیسے قِنْوَانٌ. صِنْوَانٌ. بُنْيَانٌ. دُنْيَا۔ اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۴): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْ بَعْدِ. سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ط اور بعضے قرآنوں میں آسانی کے لیے ایسے نون و تنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں اس طرح مِنْۢ بَعْدِ۔ اور اس بدلنے کو اقلاب اور قلب کہتے ہیں۔ اور اس میم کے اخفاء کا

---

[1] ترجمہ اش این ست خرامش می کنند آں چند مرداں ۱۲ منہ

[2] ترجمہ اش این است نموی یابد آں یک مرد ۱۲ منہ۔

مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ ۵): نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر (۲)، (۳)، (۴) میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آئے تو وہاں نون اور تنوین کو اخفا اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور وہ پندرہ (۱۵) حروف یہ[1] ہیں۔ ت۔ ث - ج۔ د۔ ذ۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ف۔ ق۔ ك۔ اور الف کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آ سکتا (درۃ الفرید) اور اس اخفاء[2] کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارۂ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو۔ یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں زبان کا سرا تالو سے لگے، اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدون دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔[3]

[1] حروف اخفاء ان اشعار میں جمع ہیں ان کو یاد کرلو ؎

پندرہ حرفوں میں تم اخفاء کرو ❁ مجھ سے سن لو ان کی تم تفصیل کو
تاؤ ثاؤ جیم و دال و ذال و زاء ❁ سین و شین و صاد و ضاد و طاء و ظاء
فاؤ قاف و کاف ہیں یہ پندرا ❁ اس کو اخفاء حقیقی ہے لکھا
(محمد عبداللہ)

[2] فی حقیقة التجوید فالاخفاء حال بین الاظهار والادغام لا تشدید فیه لانه لیس فیه ادغام کلی ولا جزئی وانما هوان لا تظهر النون الساکنه عند هذه الحروف والفرق بین المخفی والمدغم ان المخفی مخفف فی الرسم والتلفظ ومخرجه من الخیشوم ومخرج المدغم من المدغم فیه الی اٰخر ما قال ص ۲۲۰. منه. قوله کلی ولا جزئی اه یعنی لیس فیه الادغام التام والناقص ۱۲ محمد یامین

[3] پس جو لوگ نون مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفاء ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اخفاء کی جگہ اظہار کو اس کی مقدار معینہ سے بڑھا ہوا ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اس کے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی جگہ ادغام مع الغنہ یعنی ادغام ناقص کرتے ہیں۔ فافہم وتامل ۱۲ محمد یامین غفرلہ

اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں۔ اَنْذَرْتَهُمْ قَوْمًا۔ ظَلَمُوْا وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لئے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجائے۔ وہ مثالیں یہ ہیں۔ کنواں، کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ، دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہوگیا۔ اس نون کے اخفاء کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔ اور نون کے اظہار کو جس کا بیان قاعدہ (۲) میں ہوا ہے اظہار حلقی کہتے ہیں۔ اور جس کا بیان قاعدہ (۳) میں ہوا ہے اظہار مطلق کہتے ہیں۔ جس طرح میم کے اخفاء واظہار کو شفوی کہتے تھے جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

گیارہواں لمعہ

الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو۔ اور اس حالت میں ان کا نام مدّہ ہے، دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدّہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ کھڑا زبر الف مدّہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدّہ کی اور الٹا پیش واؤ مدّہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدّہ لکھیں گے۔ ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

(قاعدہ ۱): اگر حروف مدّہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حروف مدّہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدّہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مدّ کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ۔ سُوْٓءٌ۔ سِیْٓــٔـَتْ۔ اس کا نام متصل ہے۔ اور اس کو مدّ واجب[۱] بھی کہتے ہیں۔ اور مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے۔ اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ (۱) کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا۔ مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ

[۱] تسمی بالواجب لان کل الائمۃ یوجبہ ۱۲ محمد یامین عفی عنہ

ہے جو حروفِ مدّہ کی اصلی مقدار ہے۔ مثلاً جَآءَ میں اگر مدنہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے[1] سو اس مقدار کے علاوہ مدکرنے کی مقدار[2] ہوگی۔

(قاعدہ ۲): اگر حروفِ مدّہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرفِ مدّہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں، بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرفِ مدّہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو، وہاں بھی اس مدّہ کو بڑھا کر یعنی مدّ کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے اِنَّآ اَعْطَیْنَا. اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ. قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ مگر یہ مدّ اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں۔ اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہیں پڑھیں گے۔ اس مد کو مدّ منفصل[3] اور مد جائز[4] بھی کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف[5] ہے۔ جیسے متصل کی تھی۔ ان دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں، کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

(قاعدہ ۳): اگر ایک کلمہ میں حرفِ مدّہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہوا ہو جیسے آٰلْئٰنَ اس میں اول حرف ہمزہ ہے۔ دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدّہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے، اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب سے نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے تو ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے۔ اور اس کا نام مدّ لازم ہے۔ اور اس کی مقدار تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۴): اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے۔ اس مدہ پر بھی مد ہوتا ہے، اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو کلمی مثقل کہتے ہیں۔

---

[1] ایک زبر کو دگنا کرنے سے الف ہو جاتا ہے۔ جیسے قَتَل سے قاتل پس الف کی مقدار ایک زبر کی دگنی ہے ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

[2] مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[3] مدّ منفصل کی پہچان یہ ہے کہ حرف مد کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں مرسوم ہوگا۔ بجز ھٰٓؤُلَاءِ کے ۱۲ ابن ضیاء

[4] تسمی بالجائز لان بعض الائمۃ لا یوجبہ ۱۲

[5] یہ مقدار توسطی ہے متصل اور منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر ۱۲ ابن ضیاء

(قاعدہ ۵): بعض سورتوں کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں الم. (الف لام میم)۔ ان کو حروف مقطعہ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے۔ اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے تو وہ دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں جیسے لام۔ میم۔ قاف۔ نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں جیسے طٰ۔ ہٰ۔ جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے۔ اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں۔ اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے۔ اور ایسے مد کو مدِّ حرفی کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کے مد کو مد حرفی مثقل کہتے ہیں۔ جیسے الٓمّٓ میں لام کو جب میم[1] کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے۔ اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مدِّ حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے الم میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

(تنبیہ ۱): تین حرفی مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے، اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے، جیسے میٓم میں ی مدہ ہے۔ اور اس کے بعد میم ساکن ہے، اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لام میں الف مدہ ہے۔ اور اس کے بعد میم مشدد ہے۔ اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے۔ تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے جیسے کھیعص میں ع ہے وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے۔ اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے، لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو مد لازم لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ ۲): جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر ما بعد سے ملا کر پڑھیں[2] تو پھر مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں، جیسے سورۂ آل

---

[1] ایسے موقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لام میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے پس یہ قید واقعی ہے نہ کہ احترازی ۱۲ محمد یامین

[2] جبکہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرف ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے ۱۲ ابن ضیاء ۱۲

عمران میں الٓمٓ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔
(قاعدہ ۶): اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ (۳) کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ پر اور اس کو مد وقفی اور مد عارض بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں، اور اس کو توسط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں۔ یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں، اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ۔ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدنما ہے۔ اور یہ مد بھی مد جائز کی ایک قسم ہے۔ اور جہاں خود حرف مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا جیسے بعض لوگ غَفُوْرًا ط شَكُوْرًا ط پر وقف کر کے مد کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔
(تنبیہ ۱): مدِ عارض جس طرح حرف مدہ پر جائز ہے اسی طرح حروف لین پر بھی جائز ہے۔ یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یاء ساکن جس سے پہلے زبر ہو (دیکھو لمعہ (۵) صفت (۱۳)) جیسے وَالصَّيْفِ پر یا مِنْ خَوْفٍ پر وقف کریں۔ اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی۔ مگر اس میں افضل قصر ہے۔ پھر توسط پھر طول، اور اس مد کو مد عارض لین کہتے ہیں۔
(تنبیہ ۲): حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ (۱۱) قاعدہ (۵) تنبیہ (۱) میں بھی گزرا ہے دیکھ لو۔ کیونکہ وہاں حروف مقطعہ میں سے جو عین[1] ہے اس کی یا حرف لین ہے۔
(تنبیہ ۳): یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی کہلاتی ہیں۔ یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ذاتی اور طبعی بھی کہتے ہیں۔ یعنی

---

[1] مثل حم عسق کا عین اس کو مد لازم لین کہتے ہیں اس میں طول اولی اور قصر ضعیف ہے ۱۲ ابن ضیاء نارودی الہ آبادی

الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے، بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے۔ اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

(قاعدہ ۷): یہ قاعدہ حرف مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے، وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ (۵) صفت (۵) میں گزر چکا ہے یا حرف راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جائے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللّٰه کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو، تو ان صورتوں میں الف[1] کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہئے کہ ان حرفوں کے پر ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اللّٰه کا لام ہے۔ اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضاد، ان کے بعد ظاء اس کے بعد قاف، اس کے بعد غین اور خاء، ان کے بعد راء۔ (حقیقۃ التجوید: ص ۲۹)[2]

بارہواں لمعہ

ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بغیر عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

(قاعدہ ۱): چوبیسویں سپارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے ءَاَعْجَمِیٌّ۔ سو اس کا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کر کے پڑھو، اس کو تسہیل کہتے ہیں۔

(قاعدہ ۲): سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ۔ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بئس کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کے بعد کے

---

[1] جاننا چاہئے کہ واؤ مدہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے عند صاحب جهد المقل اور یہ بھی معمول بہ قراء کا ہے جیسے وَالطُّوْرِ میں واؤ ثانی پُر پڑھی جاتی ہے ۱۲ قاری محمد یامین

[2] وفيها "فاذا وقع بعدها (اى الحروف المفخمة) الف فخم الالف لانه تابع لما قبلها بخلاف اختيها فانه اذا وقع بعدها واو ويا فلا يوثر تفخيمها فيهما" الخ ۱۲

کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر دے کر بعد کے سین سے ملا دو۔ پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ الاسم کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرہواں لمعہ

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فن تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی۔ باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں۔ علم اوقاف، علم قراءت، علم رسم خط، چنانچہ علم اوقاف کی ایک بحث[1] وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

(قاعدہ ۱): جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے۔ بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے۔ پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہئے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے۔ اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اوپر سے بغیر معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے، بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے۔ اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے، جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً: کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہئے، زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا۔ جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے، اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جس کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو، اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو۔ پڑھنے

[1] والبحث الآخر اقسام الوقف من الحسن والقبیح والتام وغیرها (جهد المقل) لم اذکره کالباقیین لانه لا یتعلق بالتجوید ۱۲ منه

کے موافق وقف نہ کریں گے۔ مثلاً اَنَا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا، لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے۔ اور پھر جب اس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے، اس لئے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو، اس میں بڑے بڑے حافظ بھی غلطی کرتے ہیں۔

(تنبیہ): قاعدۂ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے، اس کے موافق ٹھہرو۔ اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں اَوْ یَعْفُوَاْ سورۂ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْءَاْ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَاْ سورۂ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَّدْعُوَاْ سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَاْ سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَاْ سورۂ محمد کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَاْ سورۂ محمد کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَاْ چار جگہ سورہ ہود سورۂ فرقان اور سورۂ عنکبوت اور سورۂ نجم میں۔ اور دوسرا قَوَارِیْرَاْ سورۂ دہر کے پہلے رکوع میں۔ ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا، نہ وصل میں نہ وقف میں، اور لفظ لٰکِنَّا خاص سورۂ کہف میں اور اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِیْلَا یہ تینوں سورۂ احزاب میں اور سَلٰسِلَا اور پہلا قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں۔ ان تمام لفظوں میں بحالتِ وصل الف نہیں پڑھا جاتا، لیکن حالتِ وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلٰسِلَا کو حالتِ وقف میں بغیر الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِلْ۔

(قاعدہ ۲): جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک[1] ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے اس کو رَوم کہا جاتا ہے۔ اور اندازہ اس حرکت کا تہائی حصہ ہے۔ اور یہ زبر میں نہیں ہوتا، صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، جیسے بسم اللہ کے ختم پر

[1] یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں حرکت عارضی ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ عنقریب قاعدہ (۵) میں آتا ہے ۱۲ محمد یٰسین

میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے یعنی پڑھا بالکل نہ جائے، بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں، اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے۔ یہ اشمام کہلاتا ہے، اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا، کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے۔ اور اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے، زبر زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِیْنُ کے نون پر پیش ہے۔ اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں، نون کو بالکل ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔

(قاعدہ ۳): جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی روم جائز ہے۔ مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جائے گا۔[1]

(قاعدہ ۴): تاء جو کہ ہ کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے مگر اس پر نقطے بھی دیئے جاتے ہیں، اگر ایسی تاء پر وقف ہو تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک تو یہ کہ اس کو ہ کے طور پر پڑھو۔ دوسرے یہ کہ وہاں رَوم اور اشمام مت کرو۔[2]

(قاعدہ ۵): رَوم اور اشمام حرکتِ عارضی پر نہیں ہوتا ہے جیسے وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہئے اس کے زیر میں رَوم نہ کریں۔ کیونکہ عارضی ہے[3] اور اس کو بھی عربی والے ہی جان سکتے ہیں۔ تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

(قاعدہ ۶): جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی رہے گی۔[4]

---

[1] تعلیم الوقف: حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ

[2] تعلیم الوقف [3] تعلیم الوقف

(قاعدہ ۷): جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالت وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے، جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے نِسَآءًا۔

(قاعدہ ۸): جس مد وقفی کا بیان گیارہویں لمعہ کے قاعدہ (۶) میں ہوا ہے، اگر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو اس وقت وہ مد نہ ہوگا مثلاً اَلرَّحِيْمُ يانَسْتَعِيْنُ میں اگر پیش یا زبر کا ذرا سا حصہ ظاہر کر دیں، تو پھر مد نہ کریں گے۔[1]

چودھواں لمعہ

فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں

اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے، شاید خیال نہ رہے۔ اس لئے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

(فائدہ ۱): سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ یعنی لٰكِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا۔

(فائدہ ۲): سورۂ دہر کے شروع میں سَلٰسِلَا یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے۔

(فائدہ ۳): اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا دو دفعہ ہے۔ اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے، سو ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو۔ لیکن پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جائے گا۔ اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف کرتے ہیں، دوسری جگہ نہیں کرتے۔ تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

(فائدہ ۴): قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۂ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا

---

[1] تعلیم الوقف

ہے اس کا بیان لمعہ (۸) قاعدہ (۴) میں دیکھ لو۔
(فائدہ ۵): سورۂ حٰم سجدہ میں ایک تسہیل ہے ءَ اَعْجَمِیٌّ۔ اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۱) میں گزرا ہے دیکھ لو۔
(فائدہ ۶): سورۂ حجرات میں بِئْسَ الِاسْمُ میں الْاسم کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں۔ اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔
(فائدہ ۷): لَئِنْ بَسَطْتَّ اور اَحَطْتُّ اور مَافَرَّطْتُّمْ اور مَا فَرَّطْتُّ میں ادغام ناتمام ہوتا ہے۔ یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء و اطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُر ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو۔ اور اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ میں بہتر[1] یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جائے۔ یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے، بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جائے۔
(فائدہ ۸): نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ (۳) میں آچکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہئے، مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔[2]
(فائدہ ۹): سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَاْمَنَّا۔[3] اس میں نون پر اشمام کیا کرو۔
(فائدہ ۱۰): قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے۔ مثلاً سورۂ قیامہ میں ہے مَنْ سکتہ رَاقٍ تو یرملون کے موافق مَنْ کے نون کا ''را'' میں ادغام ہو جاتا ہے۔ مگر ادغام نہیں ہوا۔ کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لئے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورۂ کہف میں ہے

[1] ویجوز الناقص ایضا وھو ان یبقی بعض صفات المدغم ۱۲ منہ [2] عند حفصؒ ۱۲
[3] اختیارہ لانہ سھل علی الاطفال ویجوز الروم ایضا لاتامننا ولا یجوز الادغام المحض ۱۲ منہ (۱) کما لا یجوز الاظہار المحض ۱۲ قاری محمد یامین عفی عنہ

عِوَجًا ؕ سکتہ قَیِّمًا ؕ تو اگر عِوَجًا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا، بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا۔ اور تمام قرآن شریف میں حفصؔ کی روایت میں کل سکتے چار ہیں۔ ایک سورۂ قیامہ میں دوسرا سورۂ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے تیسرا سورۂ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ کے الف پر جبکہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے۔ اور چوتھا سورۂ مطففین میں کَلَّا بَلْ سکتہ کے لام ساکن پر۔ بس ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

(فائدہ ۱۱): قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بو دے کر پڑھو۔ اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے۔ اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے۔ ایسا مت کرو، بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو، اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو، لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

(فائدہ ۱۲): جب واؤ مشدد یا یاء مشدد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہئے تاکہ تشدید باقی رہے۔ جیسے عَدُوٌّ ؕ اور عَلَی النَّبِیِّ ؕ۔

(فائدہ ۱۳): سورۂ یوسف میں ہے لَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ؕ اور سورۂ اقرأ میں ہے: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ اگر لَیَکُوْنًا اور لَنَسْفَعًا پر وقف کرو تو الف[1] سے پڑھو یعنی تنوین مت پڑھو۔

(فائدہ ۱۴): چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا سؔ بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس کا قاعدہ سمجھ لو۔ ایک تو سورۂ بقرہ میں ہے: یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ دوسرا سورۂ اعراف میں فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ان دونوں جگہ میں سؔ پڑھو۔ تیسرا

---

[1] وان کان خلاف القیاس لانها نون خفیفة لکن الوقف یکون تابعا للرسم ۱۲ وهذه القاعده اکثریة لا کلیة فان ثمودا بالالف اذا وقف علیه لا یکون وقفه تابعا للرسم ۱۲ قاری محمد یامین

سورۂ طور میں اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ اس میں چاہے س پڑھو، چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورۂ غاشیہ میں بِمُصَيْطِرٍ اس میں صاد پڑھو۔

(فائدہ ۱۵): کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لَا اور پڑھا جاتا ہے لَ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو۔ ایک سورۂ آل عمران میں لَا اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ط دوسرا سورۂ توبہ میں وَلَا اَوْضَعُوْا تیسرا سورۂ نمل میں اَوْلَا اَذْبَحَنَّهٗ۔ چوتھا سورۂ وَالصّٰٓفّٰت میں لَا اِلَى الْجَحِيْمِ۔ پانچواں سورۂ حشر میں لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ۔ اسی طرح سورۂ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَائِنْ اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنْ۔ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَائِهٖ اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِهٖ اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَاىْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَيْءٍ۔ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَاىِٔ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِ۔

(تنبیہ): مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور جن میں اختلاف ہے ان میں سے میں نے امام حفصؒ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصمؒ تابعی سے، اور انہوں نے زر بن حُبیشؒ[1] اسدیؒ اور عبداللہ بن حبیب سلمیؒ سے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے، اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبولؐ سے۔

خاتمہ: چاند کا پورا لمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے۔ اس لئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے۔ طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عُفی عنہ

۵ر صفر ۱۳۲۴ھ

---

[1] زر بالکسر وشدت راء و حبیش بالضم وفتح ثانی وسکون ثالث مصغر کما فی المغنی والتقریب، ۱۲ زینة